بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور سرورِ کائنات
کی

نمازِ جنازہ

اور

صحابہ کرام

اس کتابچہ میں معتبر و مستند مذہبی کتب کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ
خلفاءِ ثلاثہ حضرت صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، عثمان غنی اور تمام صحابہ کرام نے
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی

مرتبہ

علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان لاہور

ناشر
مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ۷۸۶/۹۲ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

سبب تالیف

اکثر یہ سوال کیا گیا کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی؟ اگر پڑھی ہے تو اس کا ثبوت فریقین کی معتبر مذہبی کتب سے دیا جائے۔ یہ سوال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ میں شرکت کی؟ اگر کی تو اس کا ثبوت فریقین کی معتبر مذہبی کتب سے دیا جائے۔ یہ کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اصل مسئلہ پر گفتگو سے قبل یہ بات ہر خاص و عام کے علم میں آ جانی چاہیئے کہ مسلمان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شہر کے یا گاؤں کے ایک فرد نے بھی نماز جنازہ پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اس شہر یا گاؤں کے تمام مسلمانوں کا شرکت کرنا ضروری نہیں ہے

دوم۔ اور اگر بالفرض شہر کے کسی فرد نے بھی نماز جنازہ ادا نہ کی تو محض شرکت کی بنا پر ان کو نہ کافر کہا جائے گا اور نہ منافق۔ صرف اتنا کہہ سکیں گے کہ ان لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر اس کی حق تلفی کی یا بُرا کیا۔ اور گنہگار ہوئے۔ لیکن یہ گناہ بھی صرف اسی صورت میں لگایا جائے گا جبکہ اس شہر کے کسی فرد نے بھی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔ اور اگر ایک مسلمان نے بھی نماز ادا کر لی تو باقی افراد پر کسی قسم کا کوئی الزام قائم نہیں کیا جائے گا۔

اس اصول کے تذکرہ سے ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ نماز جنازہ کا مسئلہ صرف ایسا ہے ہی نہیں کہ جس کے پڑھنے یا نہ پڑھنے کی بنیاد پر کسی کو کافر یا منافق کہا جائے اور یہ مسئلہ اصول دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کی دینی حیثیت صرف یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ فرضی افسانہ لوگوں نے خود گھڑا ہے تاکہ اس کی آڑ میں صحابہ کرام کی شان

میں بے ادبی کی جائے اور مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عشق و محبت ہے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ تاثر پیدا کیا جائے کہ اصحاب نے تو حضور کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی؟ بہرحال اگر صحابہ کرام کے ایمان و اخلاص کا معیار ان کے نزدیک یہی ہے کہ ان کی مذہبی کتب سے جنازۂ رسول میں صحابہ کی شرکت ثابت کی جائے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفن سے قبل نماز جنازہ ادا کی۔ انصار و مہاجرین حتیٰ کہ مدینہ کے تمام صغیر و کبیر مرد و عورت سب نے جنازہ میں شرکت کی۔ ملاحظہ کیجیے:-

۱- عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملٰئکۃ والمہاجرون والانصار فوجا (اصول کافی ص۴۳۶)	امام جعفر صادق سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو نماز پڑھی آپ پر ملائکہ نے اور انصار و مہاجرین نے گروہ در گروہ ہو کر

۲- احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران جو ایک نہایت معتبر کتاب ہے اس میں ہے:-

ثم ادخل عشرۃ من المہاجرین وعشرۃ من الانصار فیصلون ویخرجون حتی لم یبق من المہاجرین والانصار الا صلی علیہ (احتجاج طبرسی ص۴۵)	پھر داخل کیے دس آدمی مہاجرین سے اور دس انصار سے، پس وہ باری باری نماز پڑھتے تھے اور حجرہ سے نکلتے تھے یہاں تک کہ مہاجرین اور انصار سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس نے حضور پر نماز نہ پڑھی ہو

۳- کلینی بسند معتبر امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چون حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند برو جمیع ملائکہ و	محمد بن یعقوب کلینی امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نے وفات پائی تو آپ پر تمام فرشتوں اور

مہاجرین و انصار فوج فوج۔
حیات القلوب ج۲ ص۸۹۶

مہاجر و انصار نے فوج فوج ہو کر نماز پڑھی۔

فائدہ:- ان تین حوالوں سے جو اصول کافی، احتجاج طبرسی اور حیات القلوب کے ہیں اور جو مخالفین کی معتبر مذہبی کتابیں ہیں، ان سے ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ ہی نے نہیں بلکہ ملائکہ، تمام انصاریوں اور تمام مہاجرین نے حضور کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو اس وقت تک قبر مبارک میں نہیں رکھا جب تک کہ تمام لوگوں نے نماز کی سعادت حاصل نہ کر لی۔

۴۔ حیات القلوب مصنفہ ملا باقر مجلسی میں ہے:-

شیخ طبرسی از امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل مے شوند و چنیں بر آنحضرت نماز مے کردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام، تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند

شیخ طبرسی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی کہ دس دس آدمی حجرہ رسول میں داخل ہوتے جاتے تھے اور اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھتے جاتے تھے بغیر امام کے پیر کے دن اور سہ شنبہ (منگل) کی رات صبح تک اور سہ شنبہ (منگل) کے دن میں شام تک، یہاں تک کہ بچے بوڑھے مرد اور عورتیں اہل مدینہ اور مدینہ کے ارد گرد رہنے والوں، تمام نے حضور پر اسی طرح نماز پڑھی۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۸۶۶ مرآۃ العقول ص ۲۰۱ یمانی ص [illegible])

۵- یہی مضمون بعینہٖ اخبار ماتم جلد ۱ ص ۶۵ پر ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال الناس کیف الصلوٰۃ علیہ فقال علی علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامنا حیا ومیتا فدخلوا علیہ عشرۃ عشرۃ فصلوا علیہ یوم الاثنین ولیلۃ الثلثاء حتی الصباح ویوم الثلثاء حتی صلی علیہ صغیرہم وکبیرہم وذکرہم واناثہم ونواحی المدینۃ بغیر امام (اخبار ماتم ص ۶۵)

ابی جعفر علیہ السلام سے روایت ہے لوگوں نے کہا، حضور پر کیسے نماز ہوگی تو حضرت علی نے فرمایا کہ حضور حیات و وفات میں ہمارے امام ہیں۔ پس داخل ہوئے دس دس آدمی اور نماز پڑھتے تھے آپ پر۔ اور یہ نماز پیر کے دن اور منگل کی رات اور منگل کے دن تک جاری رہی، یہاں تک کہ ہر صغیر و کبیر مرد و عورت اور مدینہ کے ارد گرد کے تمام افراد نے نماز پڑھی بغیر امام کے۔

اخبار ماتم اور حیات القلوب کی اس روایت سے معلوم ہوا:-

۱۔ حضور کی نماز جنازہ میں امام کوئی نہ تھا۔

۲۔ نماز بوڑھوں نے بھی پڑھی اور جوانوں نے بھی، مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی۔

۳۔ تمام مدینہ کے رہنے والوں نے بھی، حتی کہ جو لوگ مدینہ کے ارد گرد رہتے تھے انہوں نے بھی پڑھی۔

۴۔ پھر یہ نماز دو شبانہ روز جاری رہی جس سے یہ اعتراض بھی باطل ہو گیا کہ خلیفہ کے تقرر کی وجہ سے تدفین میں کئی روز کی تاخیر ہو گئی۔ کیونکہ اس روایت سے تاخیر کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جگہ کی تنگی اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے دو شبانہ روز نماز ہوتی رہی۔

۵۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ نماز دفن کے بعد نہیں بلکہ دفن سے پہلے ہوئی۔ تا آنکہ دفن سے پہلے مدینہ اور اطراف مدینہ کے رہنے والوں میں سے کوئی بچہ، کوئی بوڑھا، کوئی مرد، کوئی عورت آپ کی نماز جنازہ پڑھنے سے باقی نہ رہا۔

• اب اگر اتنی واضح وضاحت کے باوجود بھی لوگ یہ ہی کہتے رہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے نماز نہیں پڑھی تو اس ڈھٹائی کا واقعی کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر ان کی مذہبی کتب تو یہ ہی بتا رہی ہیں کہ مہاجرین و انصار، چھوٹے بڑے، مرد و عورت اور تمام اہل مدینہ نے نماز پڑھی۔ تو کیا حضرت ابوبکر مہاجر نہیں تھے یا عثمان مہاجر نہیں تھے؟ کیا یہ لوگ اہل مدینہ سے

نہیں تھے۔ صحابہ مردوں اور عورتوں، بڑوں اور چھوٹوں، جوانوں اور بوڑھوں میں شامل نہیں تھے۔ اگر تھے اور یقیناً تھے تو انہیں کے متعلق یہ ہے کہ ان سب نے دفن سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر کس قدر ظلم اور کتنا بڑا افترا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ تو نبی کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوئے۔

- **اصول کافی کی ایک روایت پر غور کیجئے:-**

عن ابی عبد الله علیه السلام قال اتی العباس امیر المومنین فقال ان الناس اجتمعوا ان یدفنوا رسول الله فی البقیع المصلی وان یومهم رجل منهم فخرج امیر المومنین الی الناس فقال یا ایها الناس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اماما حیا ومیتا وقال انی ادفن فی البقعة التی اقبض فیها ثم قام علی الباب فصلی علیه ثم امر الناس عشرة عشرة یصلون علیه ثم یخرجون (اصول کافی ص ۲۸۶)

ابی عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا حضرت عباس امیر المومنین علی کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور امامت بھی انہیں کا ایک آدمی کرے تو یہ سن کر امیر المومنین باہر آئے اور آپ نے لوگوں سے فرمایا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات اور وفات میں ہمارے امام ہیں اور حضور نے فرمایا تھا میں اسی جگہ دفن ہوں گا جہاں میری وفات ہوگی۔ تو حضرت علی دروازہ پر کھڑے ہوئے آپ نے نماز پڑھی۔ پھر دس دس آدمیوں کو آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ اندر گھستے جاتے اور باہر نکلتے جاتے تھے۔"

اس روایت سے ثابت ہوا کہ لوگوں نے حضور کو جنت البقیع میں دفن کرنے اور امامت

کے لیے کسی کو مقرر کرنے کا خیال کیا تو حضرت عباس نے حضرت علی کو اطلاع دی۔ حضرت علی نے حضور کی حدیث سنائی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تو اسی حجرہ میں دفن ہوں گا جہاں میری وفات ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے خود نماز پڑھی اور پھر اوروں کو اجازت دی۔ لوگ دس دس کی تعداد میں آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اہل سنت کی روایات میں یہ آیا ہے کہ یہ حدیث کہ نبی کا جس جگہ وصال ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے ابوبکر صدیق نے سنائی تھی اور آپ کے سنانے کے بعد سب لوگ اس امر پر متفق ہو گئے کہ آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا جائے جس میں آپ کا وصال ہوا ہے (یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں) تو اس سے اصل موضوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سوال تو یہ ہے کہ صحابہ نے نماز پڑھی یا نہیں تو یہ مذکورہ بالا حوالوں سے اظہر من الشمس ہو گیا۔

حضرت صدیق کا نام

اس کے علاوہ حیات القلوب کے اسی صفحہ پر ایک اور طویل روایت بھی ہے جس میں بوقت نماز جنازہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی کی تصریح ہے۔ البتہ اس میں شیعہ عقائد کے مطابق یہ بھی تحریر ہے کہ مہاجرین و انصار حضرت صدیق اکبر کو امام بنا کر باجماعت نماز جنازہ پڑھنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت علی نے باجماعت نماز جنازہ پڑھے جانے سے اختلاف کیا اور یہ تجویز کی کہ دس دس آدمی نماز ادا کریں چنانچہ اسی طرح پڑھی گئی۔ ہم کو اس وقت اس سے بحث نہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط کہ مہاجرین و انصار حضرت صدیق کو امام بنانا چاہتے تھے۔ ہم تو اس روایت کو صرف اس لیے آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں کہ اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ بوقت نماز جنازہ حضرت صدیق اکبر کے نام کے ساتھ ان کی موجودگی کی تصریح ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:- مردم اتفاق کردہ است کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابوبکر پیش ایستد و او بہ آنحضرت نماز کند (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۹۸) کہ لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور ابوبکر امامت کرائیں۔

ان لفظوں سے حضرت صدیق کی بوقت جنازہ رسول موجودگی ثابت ہوئی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس وقت صدیق اکبر کا موجود ہونا ثابت ہوا۔ جبکہ حضرت علی بھی موجود تھے۔ کیونکہ اس کے بعد یہ لفظ ہیں۔ "پس حضرت در پیش ایستاد و خود بر او نماز کرد۔" یعنی حضرت علی کھڑے ہوئے اور آپ نے حضور پر نماز پڑھی۔ ان لفظوں سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر اس وقت موجود تھے جبکہ حضرت علی نے تنہا سب سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد یہ لفظ ہیں: "بعد از آن صحابہ فرمودند کہ دہ دہ نفر داخل میشدند" کہ حضرت علی نے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ اب دس دس کی تعداد میں آکر نماز پڑھو۔ اس کے بعد یہ جملے ہیں: "تا آنکہ مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند" (حیات القلوب ج ۲ ص ۶۹) یہاں تک کہ مدینہ اور مدینہ کے ارد گرد رہنے والے سب نے نماز پڑھی۔ اب بالکل واضح ہو گیا کہ جس دن اور جس وقت حضرت علی نے نماز ادا کی اسی دن اور اسی وقت حضرت صدیق اکبر بھی وہاں موجود تھے۔ پھر مدینہ اور اطراف مدینہ کے تمام لوگوں نے نماز کی سعادت حاصل کی جس سے واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ نے حضور کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

توضیح بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور کا جنازہ تین دن تک پڑا رہا۔ "پڑا رہا" کا لفظ صحابہ کرام کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ لاش کا کوئی پرسان حال ہی نہ ہو۔ حالانکہ ملا باقر مجلسی کے لفظ یہ ہیں "روز دو شنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام" کہ پیر کے دن، منگل کی رات اور منگل کے دن شام تک نماز ہوتی رہی۔ جب اس سارے عرصہ میں نماز ہوتی رہی، تو اس پر "پڑا رہا" کا لفظ بولنا کہاں تک صحیح ہے؟ البتہ یہ کہیے کہ تدفین میں تاخیر ہوئی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ نماز پڑھنے والوں کی کثرت تھی۔ اور ایک دن میں سب لوگ نماز کی سعادت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اس لیے ایسا ہوا جیسا کہ شیعی کتب کے حوالوں سے ظاہر ہے۔ بہر حال اگر تین دن بھی مان لیے جائیں تو اس کی وجہ صرف جگہ کی قلت اور ہجوم کی کثرت ہی تھی۔ نہ یہ کہ حضور کی تجہیز و تکفین کی طرف کسی نے توجہ ہی نہ کی۔ ثانیاً۔ اگر تین روز تک جنازہ رسول کا رکھا رہنا کوئی اعتراض کی بات ہے تو یہ

اعتراض خود حضرت علی اور اہل بیت پر بھی آتا ہے کہ اگر بالفرض والمحال صحابہ کرام خلافت کے قضیہ میں منہمک ہو گئے تھے تو پھر حضرت علی اور اہل بیت نبوت ہی اس کام کو سر انجام دے دیتے اور تین روز تک جنازہ نہ رکھا رہنے دیتے۔ لیکن انھوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ ثالثاً: تاخیر میں اس قاعدہ کی رعایت بھی ملحوظ ہو گئی کہ بادشاہ کی وفات کے بعد حکومتیں اس وقت تک اس کے وجود کو حوالۂ قبر نہیں کرتیں جب تک کہ اس کے قائم مقام کا انتخاب نہ ہو جائے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ خلافت کا مسئلہ شیعہ حضرات کے نزدیک نبوت ہی کی طرح ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے اس وقت تک حضور کے جسم اقدس کو قبر مبارک میں جلوہ ریز نہیں کیا جب تک کہ مسلمانوں نے آپ کے قائم مقام کا انتخاب کر لیا۔ تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک تاخیر کی اصل وجہ صرف یہ تھی کہ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایسا ہوا۔ کیونکہ ایک دن میں تمام انصار و مہاجرین شرکت جنازہ کی سعادت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے دو شبانہ روز تک متواتر نماز جنازہ ہوتی رہی۔ اس کو ظاہری طور پر تاخیر کہہ لیجیے حقیقت میں یہ تاخیر تھی ہی نہیں۔ کیونکہ تاخیر یا پڑے رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی نے توجہ ہی نہ کی۔ اس معنی میں تاخیر کا لفظ استعمال کرنا حق و صداقت کا خون کرنا ہے۔ رابعاً۔ پڑے رہنے کا اعتراض ہی سرے سے لغو اور لچر ہے کیونکہ انبیا اور خصوصاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو عام لوگوں کے جسم سے مناسبت ہی نہیں ہے۔ حضور حیات النبی ہیں۔ آپ کے جسم پاک کو اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے۔ طبرانی کی حدیث ہے کہ اللہ نے زمین کے لیے حرام کر دیا ہے کہ

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیا (ابوداؤد)	وہ انبیا کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

تو جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں اور ایک آن کیلئے وعدہ الٰہی کے مطابق

آپ پر موت طاری ہوئی تھی اور پھر مثل سابق وہی آپ کی حیات جسمانی ہے تو ایسی صورت میں پڑے رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس باب میں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور کا جسم مبارک قیامت تک اسی طرح جلوہ ریز رہتا تو آپ کے جسم کا کچھ بھی نہ بگڑتا۔ اس لیے پڑے رہنے کا لفظ ہی استعمال کرنا بے معنی اور لغو ہے۔ بہرحال جب معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت ہے کہ تمام مہاجرین و انصار نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تو ایسی صورت میں صحابہ کرام اور خصوصاً خلفاء اربعہ پر بے بنیاد الزام لگانا اور ان کی شان اقدس میں بے ادبی کرنا کسی بھی سلیم العقل کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔ ان معتبر مذہبی کتب کے حوالوں کے ہوتے ہوئے بھی لوگ صحابہ پر یہ الزام لگائیں کہ صحابہ تو جنازہ رسول میں شریک نہیں ہوئے تو اس کے متعلق ہم صرف یہ کہیں گے کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔

وفات نبوی کا مختصر حال

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم وفات نبوی کا مختصر تذکرہ بھی کر دیں۔ جس سے اس مسئلہ کی وضاحت بھی ہوگی اور صحابہ کے ساتھ حضور کو اور حضور کے ساتھ صحابہ کو جو عشق و محبت تھا اس کا حال بھی معلوم ہو جائیگا۔

سنہ ۱۱ ہجری

یہ وہ سال ہے جس میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی طرف رجوع فرمایا۔ رحلت سے چھ ماہ قبل سورۂ اذا جاء کا نزول ہوا جس میں یہ بشارت تھی۔ رأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ آخری رمضان سنہ ۱۰ ہجری میں آپ نے ۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا۔ حالانکہ دس یوم اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات کے سال جبریل امین کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور فرمایا۔ حالانکہ سال میں ایک دفعہ رمضان میں پورا قرآن زبانی سنتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی فرما دیا تھا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں۔ شروع ماہ صفر سنہ ۱۱ ہجری میں احد تشریف لے گئے اور شہداء احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور تمام مسلمانوں کو اپنے فیض دیدار سے مشرف فرمایا۔ آدھی رات کے وقت جنت البقیع

میں تشریف لے گئے جو مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز تھا۔ پانچ دن متواتر باری باری ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا۔ بالآخر آخری قیام حضرت عائشہ کے یہاں فرمایا۔ آمد و رفت کی جب تک قوت رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو حضور نے پڑھائی وہ مغرب یا ظہر کی تھی چونکہ سر میں درد تھا اس لیے آپ رومال باندھ کر تشریف لائے تھے۔ اس میں آپ نے والمرسلات عرفا کی قرأت فرمائی تھی۔ عشاء کی نماز کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ صحابہ نے عرض کی سب کو حضور کا انتظار ہے۔ تین بار غسل فرمایا۔ آخری غسل کے موقع پر بھی سوال فرمایا۔ صحابہ نے وہی جواب دیا۔ اٹھنا چاہا مگر ضعف آ گیا۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا ابوبکر نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ وہ کھڑے نہ ہو سکیں گے۔ مگر آپ نے یہی حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے حیات نبوی ہی میں تین روز یا ۱۷ وقت کی نمازیں پڑھائیں۔ وفات سے دو یوم قبل ظہر کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت سکون پذیر ہوئی۔ غسل فرمایا اور حضرت علی اور حضرت عباس تھام کر آپ کو مسجد میں لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پا کر پیچھے ہٹے۔ حضور نے اشارہ سے روکا اور حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ یعنی آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر کو دیکھ کر لوگ نماز کے ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد حضور نے خطبہ دیا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ فرمایا خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ آخرت کو قبول کرے یا دنیا کو۔ تو اس بندے نے آخرت کو قبول کیا ہے۔ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے لوگوں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ حضور تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس نے آخرت کو قبول کیا ہے۔ یہ رونے کی کونسی بات ہے؟ مگر رازدار نبوت سیدنا صدیق اکبر سمجھ چکے کہ وہ بندہ خود حضور کی اپنی ذات ہے۔ حضور نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ میں جس کی محبت اور دولت کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ہیں۔ مسجد کے رخ کوئی اور دریچہ ابوبکر کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ ادھر انصار کا

یہ حال تھا کہ حضور کی علالت کی خبر معلوم کر کے روتے تھے۔ صحابہ کرام پریشان و غمگین تھے۔ حضرت فاطمہ کو حضور نے بتا دیا تھا کہ میرا وصال اسی مرض میں ہوگا۔ غرضکہ مرض میں اضافہ اور تخفیف ہوتا رہتا تھا۔ آخری دن یعنی پیر کے روز بظاہر طبیعت پُرسکون تھی۔ حجرہ مبارک جو مسجد سے ملا ہوا تھا آپ نے صبح کے وقت پردہ اُٹھا کر دیکھا صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور صدیق اکبر امامت فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر حضور نماز کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ حضور مسکرا دیے۔ صحابہ نے دل تھام لیے۔ شوق اور اضطراب سے یہ حال ہوگیا کہ رخِ نوری کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حضرت صدیق سمجھے کہ حضور کا نماز میں آنے کا ارادہ ہے۔ پیچھے ہٹنے لگے کہ حضور نے ہاتھ سے اشارہ فرما دیا اور آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردے ڈال دیے اور اب وہ ساعت آئی کہ رُوحِ پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔ خبرِ وفات سے صحابہ سراسیمہ ہو گئے۔ کوئی حیران ہو کر جنگل کو نکل گیا اور کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اللھم صل علیہ وآلہ واصحابہ صلوٰۃً کثیرًا کثیرًا۔ عقیدت مندوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ حضور نے الوداع کہا۔ عمر فاروق نے تلوار کھینچ لی۔ اور فرمانے لگے کہ جو یہ کہے کہ حضور نے وفات پائی اس کا سر اُڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبر گھر میں گئے۔ جسمِ اطہر کو دیکھا پیشانی منور کو چوما۔ آنسو نکل پڑے۔ پھر زبان سے کہا میرے پدر و مادر حضور پر نثار۔ پھر مسجد میں آئے اور وفاتِ نبوی کی اطلاع دی۔

غسل و تکفین

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن منگل کو ہی شروع ہو گیا تھا۔ ابنِ اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ وفات دوپہر کو ہوئی تھی۔ حضرت انس سے بخاری کی روایت یہ ہے کہ آخر یوم یعنی پیر کے آخر وقت وصال ہوا۔ حافظ ابن حجر نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی کہ وصال اس وقت ہوا جبکہ دوپہر ڈھل چکی تھی اور سہ پہر کا وقت تھا۔ گویا پیر کے دن غروبِ آفتاب کے قریب آپ کا وصال ہوا۔ اس کے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروبِ آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے۔ اس لیے دوسرے دن منگل کو

پورا انتظام ہوا۔ اور اسی دن جسمِ اقدس کو حجرہ مطہرہ میں رکھ دیا گیا۔ جس حجرہ میں آپ نے وفات پائی تھی، وہیں لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے اور نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے۔ اس لیے بھی دیر لگی اور سہ شنبہ یعنی منگل کا دن گزار کر شام کو فراغت ہوئی۔ ابن سعد وغیرہ کی بعض روایتوں میں یہ ہے کہ چہار شنبہ (بدھ) کو تدفین ہوئی لیکن یہ تمام روایتیں موضوع ہیں۔ خود ابن سعد میں جو صحیح روایات ہیں ان میں یہ ہے کہ منگل کے دن تدفین ہوئی۔ البتہ بدھ کی شام شروع ہو گئی تھی (یاد رہے کہ اسلامی تاریخ بعد از غروبِ آفتاب شروع ہوتی ہے)

ابن ماجہ کتاب الجنائز میں بھی یہی ہے۔

فلما فرغوا من جهازه يوم الثلثاء	اور جب فارغ ہوئے حضور کی تجہیز سے منگل کے دن

بہرحال یہ بات دونوں فریق کی کتب سے ثابت ہے کہ وصال پیر کے دن ہوا اور منگل کے دن تدفین ہوئی۔ البتہ منگل کا سارا دن صرف ہوا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی یا رات شروع ہو گئی (یہ بدھ کی رات ہے) نیز قبر کنی کا کام غسل کے بعد شروع ہوا۔ اس لیے بھی دیر لگی۔ حضرت علی نے غسل دیا۔ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے پردہ کیا۔ اوس بن خولی انصاری پانی کا گھڑا لاتے تھے۔ حضرت عباس کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل مدد دیتے تھے۔ تین سُوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں استعمال ہوئے۔ غسل و کفن کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا نبی جس جگہ وفات پاتا ہے، وہیں دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی جگہ جہاں وصال ہوا قبر کھودنا تجویز ہوا۔ قبر ابو طلحہ نے لحدی کھودی۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ابو عبیدہ صندوقی قبر کھودتے تھے اور طلحہ لحدی۔ جب اس بات پر مشورہ ہوا کہ قبر کیسی کھودی جائے تو حضرت عمر نے فرمایا ان دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے جو پہلے آ جائے وہی قبر کھودے۔ لوگوں نے حضرت عمر کی رائے کو پسند کیا اور حضرت طلحہ ہی گھر پر ملے اور ان کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔

جنازہ

جب جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نماز کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے مشورہ دیا کہ دس دس آدمی باری باری آئیں اور نماز پڑھیں۔ چنانچہ مردوں نے پھر بچوں نے غرضکہ تمام صحابہ کرام، انصار و مہاجرین نے نماز پڑھی۔ امام کوئی نہ تھا۔

وفات نبوی کا واقعہ ہم نے نہایت اختصار سے پیش کیا ہے اور بہت سے واقعات چھوڑ دیے ہیں۔ ان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کو حضور سے اور حضور کو صحابہ سے کس قدر محبت تھی۔ خصوصاً صدیق اکبر کا نماز پڑھانا اور حضور کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ صدیق کے احسان مجھ پر بہت ہیں یہ وہ حقائق ہیں جن کو دیکھ کر کوئی صاحب عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ صحابہ تو جنازہ نبوی میں بھی شریک نہ ہوئے۔

دعا و کیفیت نمازِ جنازہ

لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ حضور کی نمازِ جنازہ کس طرح ہوئی تو جواب یہ ہے کہ حضور کی نمازِ جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ اور نہ اس میں وہ دعائیں پڑھی گئیں جو عام جنازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ حضور کی نمازِ جنازہ یہ تھی کہ لوگ نہایت ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرکے واپس ہو جاتے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ نماز قیامت تک جاری ہے اور جو لوگ روضۂ اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں وہ اس معنی میں آج بھی نمازِ جنازہ ہی پڑھتے ہیں۔ ابن ماجہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

لما فرغوا من جهازه صلى الله عليه وسلم يوم الثلثاء وضع على سريره في بيته ثم دخل الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم	سہ شنبہ کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو سرکار اقدس کو آپ کے مبارک گھر میں تخت پر رکھ دیا گیا اور صحابہ کرام

ارسالا، يصلون عليه حتى اذا فرغوا ادخلوا النساء حتى اذا فرغوا ادخل الصبيان ولم يؤم الناس عليه صلى الله عليه وسلم احد	رضوان اللہ علیہم اجمعین گروہ در گروہ آکر تنہا تنہا نماز پڑھنے لگے جب فارغ ہوئے تو صحابیات داخل ہوئیں، ان کے بعد نابالغ بچے آئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں کسی شخص نے لوگوں کی امامت نہیں کی۔

۲۔ مواہب لدنیہ میں ایک روایت میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ملائکہ نے فوج در فوج نماز پڑھی۔ پھر آپ کے اہل بیت کرام نے پھر اور لوگوں نے گروہ در گروہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آخر میں ازواج مطہرات نے نماز جنازہ ادا کی۔ ۳۔ اور روایت کیا گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام نے نمازِ جنازہ پڑھی تو لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا، کہ وہ کیا پڑھیں تو انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا حضرت علی سے پوچھو۔ حضرت علی نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ آخر آیت تک لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ صَلَوٰةُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَمَلٰٓئِكَتِهِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَذَكَرَهُ الشَّيْخُ زَيْنُ الدِّيْنِ ابْنُ الْحُسَيْنِ الْمَرَاغِيُّ فِيْ كِتَابِهٖ تَحْقِيْقُ النُّصْرَةِ۔ اس حدیث کو شیخ زین الدین بن الحسین المراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرۃ میں ذکر کیا۔

(مواہب لدنیہ جلد ثانی صفحہ ۲۸۰ ۔ زرقانی ج صفحہ ۲۹۳)

بہر حال جنازہ رسول کا مسئلہ تو قطعاً ایک فرضی افسانہ تھا جو صرف اس لیے تصنیف کیا گیا کہ اس کی آڑ میں خلفاء ثلاثہ پر طعن کیا جائے۔ حالانکہ کتب معتبرہ میں ہے:۔

۱. حضرت علی مرتضیٰ نے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی (احتجاج طبرسی)

۲. حضرت علی برابر خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے (احتجاج طبرسی صہ ۵۳)

۳. حضرت علی مرتضیٰ خلفائے ثلاثہ کی مدح و ثنا کرتے رہے (نہج البلاغہ)

۴. حضرت علی نے اپنی صاحبزادی جو حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں حضرت عمر کے نکاح میں دی (کافی)

۵. حضرت علی نے خلفائے راشدین کے ناموں پر اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔ (جلاء العیون)

۶. حضرت علی نے حضرت عمر کے نمازِ جنازہ میں شرکت کی (تاریخ طبری)

۷. حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کے فضائل بیان کیے اور ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کی۔ (شرح نہج البلاغت میثم بحرانی)

۸. حضرت علی نے انصار کو اسلام کا پرورش کرنے والا فرمایا (نہج البلاغہ)

۹. حضرت علی نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو ایمان میں اپنے برابر قرار دیا (نہج البلاغہ)

تو جب معتبر مذہبی کتب سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی خلفائے ثلاثہ کو مومن اور مسلمان سمجھتے تھے۔ آپ نے ان کی تعریف و توصیف کی۔ ان کی خلافت کو تسلیم کیا حتیٰ کہ ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں۔ تو ایسی صورت میں ان لوگوں کا فرضی افسانے تصنیف کر کے خلفائے ثلاثہ پر طعن کرنا دراصل حضرت علی کو جھٹلانا ہے۔ ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ اگر خلفائے ثلاثہ حق پر نہیں تھے اور انھوں نے حضور کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی تھی تو حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کیوں کی۔ اور ان کی خلافت کو کیوں تسلیم کیا؟

ان مسائل کی مزید تفصیل و توضیح کے لیے کتاب "شانِ صحابہ" قیمت چار روپے۔ مکتبہ رضوان لاہور سے منگا کر مطالعہ کیجیے۔

۴۱: حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ وقف تھا۔

۴۲: حضور کا مرقد منور کعبہ مکرمہ اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

۴۳: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

۴۴: قیامت کے دن ہر ایک نسب و سبب منقطع ہو گا (یعنی سود مند نہ ہو گا) مگر حضور کا نسب و سبب منقطع نہ ہو گا اسی واسطے حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سے نکاح کیا تھا۔

۴۵: قیامت کے دن لواء الحمد حضور کے دست مبارک میں ہو گا اور حضرت آدم علیہ السلام اور انکے سوا تمام انبیاء علیہم السلام اس جھنڈے تلے ہوں گے۔

۴۶: قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہو گی حضور کی اطاعت میں طاعت الٰہی ہے طاعت الٰہی بے طاعت حضور ناممکن ہے یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور حضور اسے یاد فرمائیں تو وہ فوراً جواب دے، حاضر خدمت ہو، یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے کلام کرے بدستور نماز میں ہے اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو ملا حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی، سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا اللہ عزوجل نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا بایں معنی ہر جگہ حضور تشریف فرما ہیں[1]

---

[1] اور بایں معنی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے کہ تمام کائنات حضور کے پیش نظر ہے۔ تمام عالم کا آپ معاینہ و مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است۔ یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔

اقرب السبل برحاشیہ اخبار الاخیار صہ ۱۶۱

ملائکہ

★ فرشتے اجسام نوری ہیں، اللہ تعالیٰ نے انکو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں ——— ★ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔

★ انکو مختلف خدمتیں سپرد ہیں بعض کے ذمہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں وحی لانا کسی کے متعلق پانی برسانا کسی کے متعلق مجالس ذکر کا تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا بعض کے ذمے انسان کے نامہ اعمال لکھنا بہت سے فرشتوں کا دربار رسالت میں حاضری دینا بعض کے ذمے دربار رسالت میں مسلمانوں کی صلوٰۃ و سلام پیش کرنا بعض کے متعلق مردوں سے سوال کرنا کسی کے ذمہ قبض روح کرنا بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا کسی کے متعلق صور[1] پھونکنا اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو فرشتے بحکم الٰہی انجام دیتے ہیں۔

★ فرشتے نہ مرد نہ عورت، توالد و تناسل کا سلسلہ ان کے ہاں نہیں پایا جاتا۔

★ انکی تعداد وہی جانے جس نے انکو پیدا کیا اور اسکے بتائے سے اسکا رسول ——— ★ تمام فرشتوں میں چار فرشتے زیادہ مقرب ہیں، یہ چاروں دنیا کے بڑے بڑے انتظامات پر مامور ہیں، ملک اور ملکوت کے اہم معاملات انہیں کے سپرد ہیں، ان چاروں کے نام یہ ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام ——— ★ کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے بعض جاہل اپنے کسی دشمن یا ناپسندیدہ شخص کو دیکھ کر کہتے ہیں ملک الموت آگیا یہ کلمہ ایسی جگہ استعمال کرنا نہایت گناہ ہے ★ فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اسکے سوا کچھ نہیں یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

---

[1] صور یعنی سینگ جس میں پہلی مرتبہ حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی اور اب جب دوبارہ پھونک ماریں گے تو سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ ۱۲۔

[2] فرشتوں کی پیدائش کے متعلق تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں الہدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ۔ للشیخ الامام احمد رضا قدس سرہ۔

جنّ

● جنّ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ وہ مختلف شکلیں بن سکتے ہیں انکی عمریں بہت ہوتی ہیں اور یہ انسانوں کی طرح ذی عقل ہیں روح اور جسم رکھتے ہیں۔ کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔

● ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی۔ انکے کفار انسان کی نسبت بہت زیادہ ہیں اور انکے شریروں کو شیطان کہتے ہیں حق یہ ہے کہ ابلیس بھی جنوں سے تھا کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل تھا۔ امر الٰہی سے انکار کی وجہ سے مردود اور لعنتی ہوگیا۔ ● جنّ کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ جن یا شیطان فقط بدی کی قوت کا نام ہے کفر ہے۔

الہامی کتابیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض رسولوں پر صحیفے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں انکی تعداد ایک سو چار تک ہے مگر ان میں چار کتابیں بڑی اور مشہور ہیں (۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (۲) زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر (۳) انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی (۴) چوتھی اور آخری آسمانی کتاب جو کہ سب سے افضل اعظم، اکمل کتاب ہے سب سے افضل اور اعلیٰ رسول حضور پرنور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

● کلام الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا بایں معنیٰ ہے کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک اسکا کلام ایک اس میں افضل مفضول کی گنجائش نہیں۔ ● سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں۔ ان سب پر ایمان ضروری ہے مگر یہ بات البتہ ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے امت کے سپرد کی تھی ان سے اسکا حفظ نہ ہو سکا، کلام الٰہی جیسا اترا تھا ویسا ان کے ہاتھوں باقی نہ رہا بلکہ انکے شریروں نے ان کتابوں میں تحریف کر دی یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا، لہٰذا جب کوئی بات ان کتابوں کی ہمارے سامنے پیش ہو تو وہ اگر ہماری کتاب کے مطابق ہے ہم اسکی تصدیق کرینگے اور اگر مخالف ہے تو یقیناً جانیں گے کہ یہ ان شریروں کی تحریفات سے ہے اور اگر موافقت مخالفت کچھ معلوم نہ ہو تو یہ حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب بلکہ یوں کہیں کہ اللہ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔

● چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے لہذا قرآن کریم کی حفاظت اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمہ رکھی ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے "بے شک ہم نے قرآن اتارا اور بیشک ہم اسکے ضرور نگہبان ہیں لہذا اس میں کسی حرف یا نقطے کی کمی بیشی محال ہے"۔ ● جو شخص یہ کہے کہ قرآن حکیم میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا قطعاً کافر ہے کیونکہ اس نے آیت مذکورہ بالا کا انکار کیا۔ ● قرآن کریم کی سات قرأتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں، ان میں معاذاللہ کہیں اختلاف معنی نہیں، وہ سب حق ہیں اور اس میں امت کیلئے آسانی یہ ہے کہ جس کیلئے جو قرأت آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو رائج ہے عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے جیسے ہمارے ملک میں قرأۃ عاصم بروایت حفص۔ ● قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے یوں ہی خود قرآن حکیم کی بعض آیتوں نے بعض آیات کو منسوخ کر دیا۔ ● نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کیلئے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ اس حکم کی میعاد فلاں وقت تک ہے جب وہ میعاد پوری ہو جاتی ہے تو پھر دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقتاً دیکھا جائے تو اسکے وقت کا ختم ہونا بتایا گیا۔ بعض لوگ منسوخ کا معنی باطل ہونا کہتے ہیں یہ بہت سخت بات ہے احکام سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں۔

قرآن حکیم کی بعض باتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ کہ ان کا پورا مطلب اللہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا متشابہ کے معنی کی تلاش وہی کرتا ہے جسکے دل میں کجی ہوتی ہے۔ جو لوگ علم میں راسخ ہوتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں ہم اسکے ساتھ ایمان لائے محکم و متشابہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "وَنَزَّلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا[1] لِّکُلِّ شَیْءٍ"

---

[1] تبیان۔ ایسا واضح اور جلی بیان جس سے خفا باقی نہ رہے۔ اور بیان کے لئے کسی (باقی حاشیہ صفحہ ۲۱ کے نیچے)

(ترجمہ) اور ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ نیز فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (ترجمہ) ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔

امامت و خلافت

امامت دو قسم پر ہے صغریٰ، کبریٰ۔ امامت صغریٰ امامت نماز ہے اور امامت کبریٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کہ حضور کی نیابت سے تمام مسلمانوں کے تمام امور دینی دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھے اور غیر معصیت میں اسکی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی پھر چھ ماہ کیلئے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہوئے ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔

بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انسانوں، جنوں، فرشتوں سے افضل صدیق اکبر ہیں۔ پھر عمر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ جو شخص مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) مُبَیِّن کا ہونا ضروری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور مُبَیَّن لہ (جن کے لئے بیان کیا گیا ہے) وہ ذات پاک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شی اہل سنت کے نزدیک ہر موجود کو کہا جاتا ہے۔ تو اس میں عرش سے فرش تک اور شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام موجودات داخل ہیں اور ان موجودات میں لوح محفوظ بھی ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ پس غور فرمائیں۔ جب قرآن میں ہر چیز کا واضح اور تفصیل تمام ہے اور تبیان حق سبحانہ و تعالیٰ حضور علیہ السلام تعلیم فرمایا ہے۔

تو اب یہ امر ظاہر ہے کہ بتعلیمہ تعالیٰ نبی امی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پاک میں ہر چیز کا علم ہے۔ کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے۔

امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہلِ خیر و صلاح ہیں اور عادل ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ، حضرت ابو سفیان، حضرت ہندہ، حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور تبرا گو سنی نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے، ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث صحیح بخاری باب وتر میں بیان فرمایا۔ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں، خطا دو قسم ہے خطاء عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عند اللہ بالکل مواخذہ نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت۔ لہٰذا امیر معاویہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت اللہ عز و جل و علیٰ پر طعن کرتا ہے۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا۔ ان ابنی ھذا سیّدٌ لعلّ اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (بخاری) میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزّ و جل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرائے چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے باختیار خود اپنے ساتھ لشکر جرار ہونے کے باوجود امارت و خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور تقریباً بیس سال تک وہ تمام مسلمانوں کے متفق امیر رہے اور اللہ تعالیٰ نے خود حدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں مومنین

منفقین و مقاتلین قبل فتح مکہ و بعد فتح مکہ اور پھر دونوں فریق کے بارے میں فرمایا کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا حسنیٰ سے مراد جنت ہے۔ (ابن جریر۔ روح المعانی وغیرہ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی ہے۔ ان کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کرنا اللہ جل شانہٗ اور اس کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔ اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی ہیں۔

حضور کی بنات مکرمات اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے اور یہ سب اہل بیت میں داخل ہیں اور ان کی طہارت کی گواہی قرآنِ عظیم نے دی ہے

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ کے شہداء کرام سے ہیں، ان میں سے کسی کی شہادت کا انکار گمراہی بددینی اور دین و دنیا کا نقصان ہے۔

اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقتدایانِ اہل سنت ہیں۔ جو ان سے محبت نہ رکھے مردود و ملعون خارجی ہے۔ یزید پلید فاسق و فاجر مرتکب کبائر تھا بعض لوگ غلو و افراط کی وجہ سے اسکی شان و منزلت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بنا پر امیر منتخب ہوا تھا امام حسین پر ضروری تھا کہ انکی اطاعت کرتے، یہ قول و عقیدت سراسر باطل ہے اور مسلک اہل سنت کے بالکل خلاف ہے۔

ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت نے جو کارہائے بد سر انجام دیئے ہیں امتِ رسول میں سے کسی سے نہیں ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور انکے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت کے مشرب و مسلک پر رکھے (آمین)

بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد من دوست داران آل رسول (تکمیل الایمان ملخصاً)

☆

ولایت

ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔

ولایت بے علم کو نہیں ملتی، خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کر دیئے ہوں جسے عرف میں علم لدنی کہا جاتا ہے احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سوائے کسی عذر شرعی کے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے، ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف اختیار دیا جاتا ہے، یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں، انکو تصرفات و اختیارات حضور کی نیابت میں ہی ملتے ہیں ان پر علوم غیبیہ منکشف ہوتے ہیں، ان میں سے بہت کو لوح محفوظ کے مندرجات پر اطلاع دی جاتی ہے ؎ لوح محفوظ است پیش اولیاء آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

مگر یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ وعطا سے ہے۔ ؎

بے ان کے واسطے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

کرامات اولیاء حق ہیں، ان کا منکر گمراہ ہے۔

اللہ کے مقبول ومحبوب بندوں سے استمداد واستعانت محبوب ومستحسن ہے، یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں چاہے کہ وہ کسی جائز لفظ سے ہو، رہا ان کو فاعل حقیقی جاننا یہ منکرین کا فریب ہے مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا، مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا منکرین کا وطیرہ ہے (ظنوا المؤمنین خیرا) انہیں ایصال ثواب کرنا نہایت موجب برکات وامر مستحب ہے، اسے عرفاً براہ ادب نذر ونیاز کہتے ہیں یہ نذر شرعی نہیں جس کو فقہانے عبادت کہا ہے بلکہ نذر بمعنی ہدیہ نذرانہ ہے۔

عرس اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی وفاتحہ خوانی ونعت خوانی ووعظ۔ ایصال ثواب اچھی چیز ہے منہیات شرعیہ ہر حالت میں مذموم ہیں مزارات طیبہ کے پاس اور زیادہ مذموم (ضروری تنبیہ

(ضروری تنبیہ) چونکہ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کو عموماً اولیاء کرام اور بزرگان دین سے ایک خاص عقیدت ہوتی ہے اور ان کے سلسلے میں وابستگی کو اپنے لئے فلاح دارین تصور کرتے ہیں۔ اس وجہ سے موجودہ زمانے کے بہت سے بدمذہبوں اور بے دینوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے پیری مریدی کا جال بھی پھیلا دیا ہے حالانکہ یہ لوگ اولیاء کے منکر ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں۔ لہٰذا جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح چھان بین کر لیں، ورنہ اگر کسی بدمذہب کے جال میں آ گئے تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

کسی کو پیر پکڑنے سے پہلے ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ اس میں کم از کم چار شرطیں ضرور ہوں۔ (۱) بالکل صحیح العقیدہ سنی ہو (۲) کم از کم اتنا عالم دین ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے (۳) شریعت اسلامیہ کا کامل متبع ہو۔ ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۴) اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

عالم برزخ

دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس وجن کو حسب مراتب اس میں رہنا ہوتا ہے اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے، جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو۔ برزخ میں کسی کو آرام اور کسی کو تکلیف

● ہر شخص کی جتنی زندگی مقرر ہے اس میں زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے اس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام قبض روح کیلئے آتے ہیں ● مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدن انسان کے

ساتھ باقی رہتا ہے۔ اگرچہ رُوح بدن سے جدا ہوگئی مگر جو کچھ بدن پر گزرے گی رُوح ضرور اس سے آگاہ و متاثر ہوگی جس طرح حیات دنیا میں ہوتی ہے بلکہ اس سے زاید دنیا میں ٹھنڈا پانی سرد ہوا نرم فرش لذیذ کھانا سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مگر راحت و لذت رُوح کو پہنچتی ہے اور ان کے عکس بھی جسم ہی پر وارد ہوتے ہیں اور کلفت و اذیت رُوح پاتی ہے اور رُوح کیلئے خاص اپنی راحت و الم کے الگ اسباب ہیں جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی سب حالتیں برزخ ہیں۔ ● موت کے معنی رُوح کا جسم سے جدا ہو جانا ہیں نہ یہ کہ رُوح مر جاتی ہے۔ جو رُوح کو فنا جانے بدمذہب ہے ● مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اسکے کلام کو عوام جن اور انسان کے سوا اور تمام حیوانات وغیرہ سنتے بھی ہیں ● جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں اسوقت اسکو قبر دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چپٹا لیتی ہے اور اگر کافر ہے تو اسکو اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں ● جب دفن کرنیوالے دفن کرکے وہاں سے چلتے ہیں۔ انکے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس وقت اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ ان کی شکلیں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ مردے کو جھنجوڑتے اور جھڑک کر اٹھاتے ہیں اور نہایت سختی کیساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں پہلا سوال مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے دوسرا سوال مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے۔ تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دیگا رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے اور دوسرا جواب دیگا دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے تیسرے سوال کا جواب دیگا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کہیں گے تجھے کس نے بتایا۔ کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔

● عذاب قبر حق ہے اور یوں ہی ثواب قبر اور دونوں جسم و رُوح پر ہیں۔ جسم اگرچہ گل جائے جل جائے خاک ہو جائے مگر اسکے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے وہ مورد عذاب و ثواب ہوں گے اور انہیں پر

روز قیامت دوبارہ ترکیب جسم فرمائی جائیگی وہ کچھ ایسے باریک اجزا ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی میں جسکو عجب الذنب کہتے ہیں کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں نہ آگ انہیں جلا سکتی ہے نہ زمین انہیں گلا سکتی ہے وہ تخم جسم ہیں لہٰذا روز قیامت رُوحوں کا اعادہ اسی جسم میں ہوگا نہ جسم دیگر میں۔

عذاب و ثواب قبر کا انکار وہی کریگا جو گمراہ ہے ● مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا غرض کہیں ہو اس سے وہیں سوالات ہونگے اور وہیں ثواب یا عذاب اسے پہنچیگا یہاں تک کہ اسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و جواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام و علماء دین و شہداء و حافظان قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں انکے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ مر کے مٹی میں مل گئے گمراہ بددین خبیث اور بے ادب ہے۔

جنّت

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے بنایا ہے۔ اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا جو کوئی مثال اسکی تعریف میں دی جاتی ہے سمجھانے کیلئے ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ[1] سے اعلیٰ شئے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ——— جنت کی وسعت کو اللہ اور رسول ہی جانتے اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں۔ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کیلئے وسیع ہے ——— جنت میں جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے میسر پائیں گے۔

---

[1] کعبہ معظمہ جنت سے اعلیٰ ہے اور زمین کا وہ ٹکڑا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے مس ہے وہ کعبہ بلکہ عرش اعلیٰ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے مگر یہ دنیا کی چیزیں نہیں۔ (بہار شریعت)

جنت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں ۔

جنت میں خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کا چاند ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لئے مانع نہیں ۔

دوزخ

یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے جس طرح اسکی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں (کہ انسانی خیالات تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک ثمر ہے اسکی بیشمار نعمتوں سے) اسی طرح اسکے غضب و قہر کی بھی کوئی حد نہیں جہنم کے شرارے اونچے اونچے محلوں کے برابر اڑیں گے ۔ گویا زرد اونٹوں کی قطار کہ برابر آتے رہیں گے ۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے ۔ دنیا کی آگ اس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے ۔

جس کو سب سے کم درجے کا عذاب ہوگا اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسے کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے وہ سمجھے گا سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے ۔

جہنم کی آگ ہزار برس تک دہکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی ۔ پھر ہزار برس اور یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر ہزار برس اور یہاں تک سیاہ ہو گئی تو اب وہ سیاہ ہے روشنی کا نام تک نہیں ۔

جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کے برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے اسکی گرمی سے مرجائیں ۔ اگر جہنم کا داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین والے کل کے کل اسکی ہیبت سے مرجائیں ۔ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو وہ کانپنے لگیں یہاں تک کہ زمین کے نیچے تک دھنس جائیں ۔

تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی شکل سخت کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی سر پر گرم پانی بہایا جائے جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی ۔ خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائیگا ۔ وہ ایسا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آجائے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کردے وہ گلے میں پھندا ڈالے گا تو اس کے اتارنے کیلئے پانی مانگیں گے ۔ ان کو وہ کھولتا پانی دیا جائے گا منہ کے قریب آتے ہی اسکی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گی اور وہ شوربے کی طرح قدموں کی طرف نکلیں گی ۔

دوزخیوں کے بارے احادیث وارده سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کفار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہوگی کہ یہ شکل احسن التقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے کہ اسکے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے بلکہ جہنمیوں کا حلیہ ایسا کریہہ اور بدصورت ہوگا کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مرجائیں ۔

ایمان و کفر

دین کا سب سے بڑا بنیادی مسئلہ ایمان اور کفر ہے ۔ رب تعالےٰ نے تمام انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے ۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِن

(ترجمہ) وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو بعضے تم میں سے کافر اور بعضے تم میں سے مومن ہیں ۔ اور ایک تیسرے گروہ منافقین کا بھی قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے ۔ دراصل کافر اور منافق ایک ہی گروہ ہے لیکن منافقوں کی شکل و صورت عام کفار سے مختلف ہوتی ہے ۔ اس بنا پر ان کا بیان علیحدہ کیا گیا ہے یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے زیادہ خطرناک ہے ۔ ائمہ اسلام نے

ایمان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی[1] اور ضروری[2] طور پر ہو جائے۔

اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمالِ بدن جزوِ ایمان نہیں۔ رہا اقرار اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقعہ نہ ملا (مثلاً گونگا ہے یا مجبور ہے) تو اللہ کے ہاں مومن ہے اور اگر موقعہ ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکامِ دنیا میں کافر سمجھا جائے گا نہ اسکے جنازہ کی نماز پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے مگر عند اللہ وہ مومن ہے۔ بشرطیکہ کوئی امر خلافِ اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔

کفر

جن امور کی تصدیق ایمان میں ضروری ہے۔ ان میں سے کسی امر ضروری کی تکذیب و انکار کفر ہے ایمان کیلئے تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق و تسلیم ضروری ہے لیکن کفر میں ان سب چیزوں کا انکار و تکذیب ضروری نہیں بلکہ کسی ایک چیز کی تکذیب و انکار بھی کفر ہے خواہ باقی سب چیزوں کو صدق دل سے قبول کرتا ہو اسی لئے ایمان و اسلام کی ایک[1] ہی حقیقت ہے اور کفر کی بہت سی اقسام ہو گئی ہیں۔ اقسام کفر کا تفصیلی بیان تو عقائد و کلام کی مستند کتب میں آپ کو ملے گا۔ خلاصہ یہ ہے

(۱) تکذیب کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص سرے سے وجودِ باری کا ہی منکر ہو جیسے دہریۂ زمانہ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کرے جیسے ہنود یہود اور نصاریٰ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ رسول تسلیم کرنے کے بعد آپ کے کسی قول کو صراحتہً غلط یا جھوٹ قرار دے (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی قطعی الثبوت قول یا فعل رسول کو یہ کہکر رد کردے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قول یا فعل نہیں ہے۔ یہ بھی درحقیقت رسول کی تکذیب ہے (۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ قول و فعل کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اس کے مفہوم کی ایسی خودساختہ تاویل کرے جو قرآن و حدیث کی قطعی تصریحات کے خلاف ہو جیسے ختم نبوت کا ایسا مفہوم بیان کرے جس سے ختم زمانی کا انکار لازم آئے یا اسلام کو دین ناقص قرار دے۔

---

[1] ثبوت قطعی، جو چیز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک بذریعہ تواتر پہنچی ہے اس کا ثبوت قطعی ہے۔ جیسے قرآن کریم، نمازوں کی تعداد، تعداد رکعات، رکوع و سجود کی کیفیات، اذان، زکوٰۃ، حج اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا۔ (تواتر) کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ہم تک ہر قرن ہر زمانے میں دُنیا کے مختلف خطوں میں حضور سے اس کے روایت کرنے والے اس قدر زیادہ تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا کذب و خطا پر اتفاق عقلاً محال سمجھا جاتا ہو۔

[2] ثبوت بدیہی۔ جس کو ضروری یا بالضرورہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ ساتھ اسکی شہرت تمام خاص و عام مسلمانوں میں اس درجہ ہو جائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں۔ جیسے اللہ جل شانہٗ کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت، نار، حشر، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فرض ہونا۔ اذان کا سنت ہونا اور یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں حضورؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ یاد رہے کہ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علماء میں تو شریک نہیں کئے جاتے ہیں مگر علماء کی صحبت سے شرف یاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ کہ وہ گنوار اور جنگلی جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہیں کر دے گا البتہ ایسوں کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے۔ ان سب باتوں پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

[1] اہل حق نے اتفاق کیا ہے، کہ ایمان و اسلام باہم متلازم ہیں۔ یعنی اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں اور ایمان بغیر اسلام کے معتبر نہیں۔ پس ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ ہر مومن مسلم ہے اور ہر مسلم مومن ہے۔ ای مصداقاً۔ کذا فی المسامرہ صہ ۳۲۰ طبع مصر

ضابطۂ تکفیر

تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطۂ شرعیہ یہ ہے جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ائمہ اجتہاد میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ہو اس وقت اس کے قائل کو کافر نہ کہا جائے[1] فقہائے کرام

نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے ایسا لفظ صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف۔ تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے۔ آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔

نفاق

زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور دل میں اسلام سے انکار یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا وسیع علم عطا فرمایا کہ حضور نے ایک ایک منافق کو پہچانا اور ایک موقع پر فرما دیا کہ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع کے ساتھ منافق کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جو شخص ہمارے سامنے دعویٰ اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے، جب تک اس سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہ ہو جو منافی ایمان ہو۔ البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب بلکہ دہریے اپنے آپ کو بظاہر مسلمان کہتے ہیں اور جب دیکھا جاتا ہے تو دعویٰ اسلام کے

---

[1] لیکن اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معنی کے خلاف معنی پیدا کر دے۔ مثلاً یہ کہے کہ آیت خاتم النبیین یا حدیث لا نبی بعدی سے حضور کے بعد مطلق نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ ظلی و بروزی اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔ یا یہ کہے کہ ختم نبوت کا معنی ختم زمانی لینا عوام کا خیال ہے بلکہ ختم سے مراد ختم رتبی ہے اور اس معنی میں بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی تجویز کیا جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا ہے۔ ایسی تاویل باطل کرنے والا شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ اسے خوب سمجھ لیا جائے۔ آج کل کے بہت سے ملحدین تاویلاتِ باطلہ کی آڑ میں اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حسام الحرمین ص۳۳۔ یہ ہے فقہا کا اصل قول جس کو تحریف و تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنا لیا گیا ہے۔ فقہا نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانویں باتیں کفری اور ایک اسلام کی موجود ہو وہ مسلمان ہے حَاشَا لِلّٰہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس شخص میں ننانویں ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفری ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑ جائے سب پیشاب ہو جائے گا۔ مگر یہ جاہل یہ کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب و طاہر ہو جائے گا۔ علمائے اہلسنت نے ان گستاخانِ رسالت کی تکفیر کی ہے جن سے ایسے صریح کفر سرزد ہوئے جن میں ہرگز ہرگز کوئی تاویل نہیں نکل سکی چنانچہ حسام الحرمین ص۲۴ پر ہے۔ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو گیا جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکی۔ ان تاویلاتِ مردودہ کے رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں (الموت الاحمر اور رد شہاب ثاقب وغیرہ میں)

ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار[ل] بھی ہے۔

شرک

شرک کے معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا جیسا کہ مجوس نیکی کے خالق کو یزدان کہتے ہیں اور برائی کے خالق کو اہرمن اور مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے۔ شرک کفر کی سب سے بدترین قسم ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔ کفر و شرک کے علاوہ اگر کسی اور کبیرہ گناہ کا کوئی مسلمان مرتکب ہے تو اسکے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جائے گا خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے یا حضور علیہ السلام کی شفاعت کے بعد یا اپنے کئے کی کچھ سزا پاکر۔ اس کے بعد کبھی جنت سے نہیں نکالا جائیگا

جو شخص کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے وہ کافر ہے بعض ناواقف ضروریاتِ دین کے منکرین اور شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والوں کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہ کہہ دیتے ہیں یہ سخت ناجائز ہے۔ شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والا کیسے مرحوم ہو سکتا ہے۔

[ل] مثلاً اسلام کو دین کامل نہ ماننا اور اللہ تعالےٰ کی شان میں بے ادبی کرنا۔ انبیا علیہم السلام کی توہین، آیت خاتم النبیین میں تحریفات و تاویلات باطلہ وغیرہ۔

خوب یاد رکھو

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا تا وقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے خاتمہ پر روز قیامت اور ظاہر پر حکم شرع کا مدار ہے اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر اصلی یا مرتد مثلاً یہودی نصرانی بت پرست یا ضروریاتِ دین میں سے کسی امر ضروری کا منکر نام نہاد مسلمان مر گیا تو اگرچہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کفر پر مرا مگر ہمیں اللہ جل شانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ اسے کافر ہی جانیں، اسکی زندگی میں اور موت کے بعد اس کے ساتھ تمام وہی معاملات کریں جو کافروں کے لیے ہیں مثلاً میل جول شادی بیاہ، نماز جنازہ، کفن دفن جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ اسے کافر ہی جانیں[ل] خاتمہ کا حال علم الٰہی پر

[ل] آج کل کے بہت سے جاہل اور صلح کل کے مدعی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ یہ غلط ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ جتنی دیر اسے کافر کہوگے اتنی دیر اللہ اللہ کرو یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرو۔ مقصود تو یہ ہے کہ کافر کو کافر جانو اور جب پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو نہ یہ کہ اپنی صلح کل سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو۔ خوب یاد رکھو! کافر کے کفر پر راضی ہونا یا اس کو کفر نہ سمجھنا بھی کفر ہے۔ آج کل کے بعض وہ لوگ جو اصولِ دین سے واقف نہیں ملحدین اور منافقین زمانہ کے ظاہری نماز روزہ اور شکل صورت سے متاثر ہو کر ان کو کافر قرار دینے والے علما پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یاد رکھو اور خوب سمجھ لو! علماء ربانی کسی کو کافر بناتے نہیں البتہ جو شخص

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶ پر)

چھوڑ دیں۔ جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول و فعل خلافِ ایمان صادر نہ ہو تو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں۔ اگرچہ ہمیں اس کے خاتمے کا حال بھی قطعی طور پر معلوم نہیں۔

اجتہاد و تقلید

عام لوگ جو درجہ اجتہاد نہیں رکھتے، تمام احکام فرعیہ غیر منصوصہ قطعیہ میں مجتہد کی تقلید پر مامور ہیں۔ مجتہد کیلئے مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف ہونا شرط ہے (۱) علم قرآن بقدر آیات احکام حاوی ہو (۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو (۳) علم عربیت، لغت، صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو (۴) مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو (۵) قیاس کے اصول و قواعد میں ماہر ہو اور علاوہ اس پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو اور استنباط احکام میں مداخلت نفس و ہوا سے محفوظ ہو۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین و لاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے، آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

ان چاروں میں سے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔ انہی کے مقلد حنفی کہلاتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کا کافر ہونا بتاتے ہیں تاکہ وہ کفر و الحاد سے توبہ کرے اور اگر وہ باز نہ آئے تو مسلمان اس سے بچ جائیں۔ اس کی ظاہری شکل و صورت اور جبہ و دستار سے دھوکا نہ کھائیں۔ اسے یوں سمجھو کہ اگر کسی شخص کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو اور اسے علم نہ ہو اور اسے بتایا جائے کہ تمہارے جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہے اسے صاف کرو، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ بتانے والے نے اس کو نجاست لگائی ہے جس طرح نجاست لگانے اور بتانے میں فرق ہے، اسی طرح کافر بنانے اور بتانے میں واضح فرق ہے۔

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبی   دوست دارِ چار یارم تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیل   خاکپائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

ہر سنی حنفی مسلمان کو مذکورہ رباعی کا مضمون پیش نظر رکھ کر اعتقاد اس کے مطابق رکھنا چاہیئے۔ کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید اس طرح واجب[1] ہے کہ وہ اس امام کے عام احکام میں اسی کا مقلد ہو۔ کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے کی تقلید کرنا یہ دین نہیں بلکہ نفس پرستی ہے ؎ راہِ آبا رو کہ ایں جمعیت است   معنیٔ تقلید ضبط ملت است

سنّت

سنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ کوئی کام حضور علیہ السلام کے سامنے کیا جائے اور حضور اس پر انکار نہ فرمائیں ایسی چیز کو سنت تقریری کہا جا

---

[1] قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔ فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب فى فروع المسائل سوى هذه الاربعة فقد انعقد الاجماع المركب على بطلان قولٍ يخالف كلهم وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجتمع امتى على الضلالة وقال تعالىٰ ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولىٰ ونصله جهنم وسارت مصيراً ۝

ترجمہ: اہل سنت قرون ثلاثہ کے بعد چار گروہوں میں منقسم ہو گئے اور اہل سنت کے ان چاروں مذہبوں کے علاوہ مسائل فرعیہ میں اور کوئی مذہب باقی نہ رہا۔ لہٰذا جو قول ان چاروں کے خلاف ہو اس کے بطلان پر اجماع مرکب ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور جو شخص مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی راہ تلاش کرے ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھر آئے اور اسے ہم جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۶۴۳)

ہے۔ سنت کی دو قسمیں ہیں۔ سنت موکدہ وہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ بیان جواز کیواسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو انکار بھی نہ فرمایا۔ یا وہ کہ اسکے کرنے کی تاکید فرمائی مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمائی ہو۔ اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک عتاب۔ ایسی سنت کے ترک کی عادت پر استحقاق عذاب ہے۔ جیسا کہ اقامت اذان جماعت وغیرہ

سنت غیر موکدہ

وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اسکے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے عام ازیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی فرمائی یا نہیں۔ اسکا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجب عتاب نہیں جیسے مسواک عصر کی سنتیں اور تمام وہ امور جو حضور علیہ السلام نے محض بطور عادت کئے ہوں۔

بدعت

بدعت کے معنی نئی پیدا کی ہوئی بات۔ دین میں نئی بات کو بدعت کہتے ہیں جو امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے پیدا ہوئے ہیں وہ سب بدعت ہیں۔ ان میں سے جو اصول و قواعد شریعت کے مطابق ہو اسے بدعت حسنہ بولتے ہیں جو اصول و قواعد شریعت کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ صرف و نحو کا سیکھنا اور سکھانا کیونکہ اس سے قرآن مجید و حدیث شریف کی سمجھ آتی ہے بعض مستحسن و مستحب ہیں جیسا کہ سرائے مسافر خانے اور دینیات کے مدرسے بنانا اور تدوین حدیث و تدوین فقہ بعض مباح ہیں جیسا کہ لذیذ کھانوں اور لباس فاخرہ بشرطیکہ وہ حلال ہوں اور تکبر و مفاخرت کا باعث نہ ہو۔ بعض مکروہ ہیں جیسا کہ ظالم کے ہاتھ کو بوسہ دینا بعض حرام ہیں

بعض متاخرین نے جو بدعت کی تقسیم کا انکار کیا ہے یہ نزاع لفظی ہے اور انکے اصول کے مطابق بدعت حسنہ سنت میں داخل ہے اس کا اصل وہ حدیث ہے جس میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں من سن

فی الاسلام سنۃً سنۃً فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ (الحدیث۔ رواہ مسلم) جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے سو اس کیلئے اسکا اجر ہے اور ان لوگوں کا اجر جو اسکے بعد اس پر عمل کریں[1] تقریر مذکورہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ میلاد شریف عرس مشائخ کرام فاتحہ گیارہویں تیجا ساتہ چالیسویں وغیرہ وہ امور جنہیں اس زمانے کے مشرک گمرہ بدمذہب بدعت مذمومہ قرار دیتے ہیں سراسر غلط ہے کیونکہ ان تمام امور کا شرع شریف میں اصل موجود ہے اور انکو بدعت کہا جائے تو یہ امور بدعت حسنہ ہیں کہ سیئہ اور مذمومہ۔ ان مسائل کی تحقیق کیلئے علماء اہل سنت کی تصنیفات عالیہ ملاحظہ فرمائیں بالخصوص فقیر کا رسالہ تحقیق سنت و بدعت

مسائل شتّی

عقائد اکابر اہل سنت وجماعت

اس عنوان کے ماتحت چند مشہور و معروف بزرگان دین کے وہ اقوال پیش کئے جاتے ہیں جس سے ناظرین کرام صحیح طور پر معلوم کرسکیں گے کہ اکابر اسلاف کا مسلک کیا تھا؟

ل جیسے جاء الحق، انوار ساطعہ، الجنۃ الفاتحہ اور رسالہ اھل بہ لغیر اللہ از فاضل گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔ [illegible]

لہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃً حسنۃً فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیٔ ومن سن فی الاسلام سنۃً سیئۃً کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیٔ رواہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۷ ایضاً بمعناہ مسلم جلد ۲ ص ۳۴۱

سواءٌ کان ذلک الھدی او الضلالۃ ھو الذی ابتدأہ او کان مسبوقاً الیہ (مجمع بحار ج ۳ ص ۱۱۰ نووی علی مسلم)

لے وہ نیا طریقہ جو جاری کیا ہے۔ برابر ہے۔ اس شخص نے خود جاری کیا یا اس سے پہلے کسی نے جاری کیا ہو اور اس پر عمل ہوچکا ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اس کا اجر ہوگا اور ان لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

عربی فارسی عبارت کا ترجمہ با محاورہ کیا گیا ہے۔

مذہب حق[1] یہ ہے کہ جس طرح خلفِ وعد جائز نہیں ہے کفار کے حق میں خلفِ وعید بھی جائز نہیں ہے چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں ان خلف الوعید کرم فیجوز من اللہ تعالیٰ والمحققون علیٰ خلافہ کیف وھو تبدیل القول وقد قال اللہ تعالیٰ ما یبدل القول لدی (شرح فقہ اکبر صفحہ ۵۷ - ۱۵۲ و شرح عقائد نسفی ص۹۶) بعض اہل سنت نے کہا ہے کہ خلفِ وعید کرم ہے پس جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جرم پر وعید فرمائے اور اسکا خلاف کرے اور محققین اہل سنت اسکے خلاف ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ خلفِ وعید کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ یہ تبدیل قول (وعدہ وعید) ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا قول بدلا نہیں جا سکیگا۔

(۲) جملہ کتب کلامیہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے پس یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بالکل باطل ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے یہ بھی غلط ہے۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں جس کا قطعی اجماعی معنی یہ ہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہے۔ آپکے زمانے میں یا آپ کے بعد قیامت تک کوئی جدید نبی نہیں آ سکتا پس جو شخص حضور کے بعد کسی کو بالفعل نبی مانے یا کسی نبی کے آنے کو جائز اور ممکن بتائے وہ ختم نبوت کا منکر ہوگا۔ چنانچہ المعتمد فی المعتقد میں ہے باوجود دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کو جائز رکھے تو باتفاق علماء اسلام کافر ہے۔ یہ ہے شرط ایمان کی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر (ترجمہ توربشتی[2] ص۱۳) اسی کو مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے

---

[1] خلف الوعید فی حق الفساق جائز ہے کیونکہ ما دون الشرک والکفر جملہ باتوں کی مغفرت مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق کیا گیا ہے تو اگر کسی گنہگار کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے تو یہ در حقیقت خلف وعید ہے ہی نہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور کفار کے حق میں خلف وعید جائز نہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام القول السدید فی خلف الوعید ہے۔ مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سبحان السبوح میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ اہل علم حضرات اس کی طرف رجوع فرمائیں۔ منہ ۲ [2] حاشیہ ص۴۱ پر

المعتقد المنتقد میں یوں فرمایا ہے۔ من یقول انہ کان نبی بعدہٗ او یکون او موجودٌ وکذا من قال یمکن ان یکون فھو کافر ھذا شرط صحۃ الایمان بخاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (انتہیٰ ملخصاً مترجماً صفحہ ۱۲۷)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے آپ اللہ کے اعلام و اطلاع سے ہر جزئی و کلی کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی حدیث فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض کے تحت فرماتے ہیں پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

۵۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت شریف جلد اول کے دیباچہ میں فرماتے ہیں ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم ایں کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر حمد و ثنائے الٰہی است تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید عظیم کبریائی خود بداں خواندہ و ہم متضمن نعت و وصف حضرت رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ذی سبحانہ او را بداں تسمیہ و توصیف نمودہ و چندیں اسمائی حسنہ جل شانہٗ است کہ در وحی متلو و غیر متلو حبیب خود را بداں نامیدہ حلیہ جمال و حلی کمال وے ساختہ۔ اگرچہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتمامہ اسماء و صفات الٰہی متخلق و متصف است باوجود آں بہ بعضے ازاں بخصوص نامزد و نامور گشتہ است مثل نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف، رحیم و جز آں و ایں چہار اسم اوّل، آخر، ظاہر، باطن نیز ازاں قبیل است۔

یہ معجز نما تمام کلمات اللہ تعالیٰ و تقدس کی حمد و ثنا پر مشتمل ہیں کہ اپنی کتاب مجید

(حاشیہ ص۴۰)

[2] اس کتاب کے مصنف علامہ شہاب الدین توربشتی متوفی ۶۳۰ھ ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تصحیح عقائد کے لئے اس کتاب کو پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ منہ ۱۲ مکتوبات دفتر مکتوب ۳۸ ص۹۲

ہیں اپنی کبریائی کا خطبہ ان کلمات سے پڑھا ہے ۔ اور یہ کلمات رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت کو بھی متضمن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان اسمائے حضور کی توصیف و تسمیہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی اسماء حسنیٰ ہیں کہ وحی منظور (قرآن) اور وحی غیر متلو (سنت) میں اپنے حبیب کو ان سے موسوم کیا ہے اور آپ کے جمال و کمال کا زیور بنایا ہے ۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات سے متخلق اور متصف ہیں اسکے باوجود بعض اسمائے حسنہ سے حضور کو خاص طور پر نامزد اور مامور کیا ہے مثل نور، حق، مؤمن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف، رحیم اور سوائے اس کے یہ چار نام اول، آخر، ظاہر، باطن بھی اسی قبیل سے ہیں ۔ ان چار اسمائے ظاہر، باطن، اول، آخر کی تشریح فرماکر تحریر فرماتے ہیں ۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانا است بر ہمہ چیز از شیونات ذاتِ الٰہی و احکام صفاتِ حق اسمائے و اسمائے و افعال آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق و فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ و افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز کو جاننے والے ہیں ۔ ذاتِ الٰہی کے شیون اور صفاتِ حق کے احکام و اسمائے افعال و نشانات اور تمام علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ فرمایا ہے اور مخلوق ہیں (فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ان پر افضل درود سلام اتم و اکمل سلام ہو ۔

۶۔ حضرت شیخ محقق کے ہاں حقیقت محمدیہ عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہے مدارج النبوت جلد اول ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں ۔ " در بعضے کلام بعضے عرفا واقع شدہ کہ خطاب از مصلی بملاحظہ شہود روح مقدس آنحضرت و سریان وے در ذرارئ موجودات خصوص در ارواح مصلین ست و بالجملہ دریں حالت از شہود وجود و حضور از آنحضرت غافل و ذاہل نباید بود بامید ورود فیوض از روح فتوح وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

بعض عرفا کے کلام میں واقع ہوا ہے کہ چونکہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے ۔ بالخصوص نمازیوں کی ارواح میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس کے ملاحظہ شہود اور نمازیوں کے ارواح میں ساری ہونے کی وجہ سے نمازی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصیغہ خطاب سلام کہتا ہے ایسی حالت حضور میں آنحضرت سے غافل اور بے خبر نہیں رہنا چاہیئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیضان کے ورود کی امید ہے ۔ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۵۱ ملاحظہ ہو ۔

پس آنحضرت در ذات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں ۔

پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے ۔

وسعت اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خیالات ملاحظہ فرمائیں ۔

" و از آں جملہ آنست کہ آنحضرت تخصیص می کرد ہر کرا بہر چہ می خواست از احکام ایں جا دو قول است یکے آں کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہر چہ خواہد حکم کند ۔ دوم آنکہ بہر حکمے وحی خدا می شد چنانکہ تخصیص کرد خزیمہ بن ثابت را بآنکہ شہادت وے حکم دو شہادت دارد ۔ (مدارج النبوت ص ۱۳۷)

اور حضور علیہ السلام کے خصائص سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو حکم سے چاہتے تخصیص فرما دیتے تھے اس جگہ دو قول ہیں ۔ ایک یہ کہ احکام حضور کے سپرد تھے جو چاہتے حکم فرماتے ۔ دوسرا یہ کہ ہر حکم کے وحی خدا ہوتی تھی جیسا کہ خزیمہ بن ثابت اکیلے کی شہادت کو دو شہادت کے قائم مقام کر دیا ۔

وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است می کند و

می دہد ہرچہ خواہد باذن وے۔ فان من جودك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم (جزاہ اللہ عنہا خیر الجزاء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں جو کچھ چاہیں اللہ تعالےٰ کے اذن سے کرتے ہیں اور مدد دیتے ہیں۔ بتحقیق آپ کے جود و کرم سے دنیا و آخرت ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا حصہ ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد ا صـ ۱۳۵ پر مشہور حدیث ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم می شود کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرچہ خواہد باذن اللہ پروردگار خود بدہد۔

اطلاق سوال سے کہ مطلق سل فرمایا کہ مانگ اور کسی مطلوب کی تخصیص نہ کی معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام ان کے دست ہمت و کرامت میں ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے عطا فرما دیتے ہیں۔

پھر قصیدہ بردہ شریف کا اوپر والا بیت نقل فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنیا الخ

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن
بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما بلطف خود سر و ساماں جمع بے سر و پا کن

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

ازیں است کہ حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و

درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

(ترجمہ) اور اسی قسم سے ہے جو تمام حضرات امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد طاہرہ کو پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور دنیا کے کاموں کو ان کے متعلق جانتے ہیں اور فاتحہ درود و نذر صدقات و منت ان کے واسطے مروج و معمول ہو گئے جیسا کہ تمام اولیا کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ فارسی صـ ۲۴۵ اردو صـ ۴۳۶

یاد رہے کہ ماننا فارسی عبارت میں وارد لفظ پرستند کا ترجمہ کیا گیا ہے یہ پرستیدن سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ماننا اور غلامی کرنا ہے۔ اسی معنی میں خدمت گار کو فارسی میں پرستار کہتے ہیں۔ (غیاث)

یہی شاہ صاحب تفسیر عزیزی مطبع حیدری پارہ دوم صـ ۲۳۶ میں فرماتے ہیں۔
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝ یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ است و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

اور رسول تم پر گواہ ہو گا کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے اپنے دین میں مرتبہ پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جس کی وجہ سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے کونسا ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو

پہچانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو اور اسی لیے ان کی شہادت دنیا بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ (انتھی)

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری شرح شفاء قاضی عیاض میں زیر حدیث مَا مِنْ اَحَدٍ یسلم علی الحدیث (عن ابی ھریرۃ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَ آلہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یسلم عَلَیَّ الاَّ رد اللّٰہ علی روحی حتّٰی اَرُدَّ علیہِ السلام) والحدیث رواہُ ابوداوٗد و احمد والبیھقی وسندہ حسنٌ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس سلام کا جواب دوں۔ اس کو ابوداؤد، احمد اور بیہقی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔ علامہ قاری اس کی شرح میں رقمطراز ہیں:۔

وظاھرُ الاطلاق الشامل لِکل مکانٍ و زمانٍ ومن خص الرد بوقت الزیارۃ فعلیہ البیان۔

اس کا ظاہر اطلاق ہے جو ہر مکان و زمان کو شامل ہے اور جس شخص نے رد سلام کو وقت زیارت سے خاص کیا سو اس کے ذمہ اس کا بیان ہے۔ آگے رَدَّ اللّٰہُ علی روحی کی شرح میں فرماتے ہیں۔ والمعنی اِنَّ اللّٰہ سبحانہ‘ وتعالیٰ یردّ روحہ الشریف عن استغراقہٖ المنیف لِیردُّ علی مسلمہ جبراً الخاطرہ الضعیف الا فمن المعتقد المعتَمَد انہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم حیّ فی قبرہٖ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیآءٌ عِندَ ربّھِم وانّ لِارواحھم تعلّقاً با لعالم العلوی

والسفلی کما کانوا فی الحال الدُّنیوی فھم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ آپ کی روح شریف کو اپنے استغراق منیف سے لوٹاتا ہے تاکہ آپ اپنے سلام بھیجنے والے کی خاطر ضعیف کے جبر کیلئے اس کے سلام کا جواب دیں۔ وگرنہ معتمد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں اور تحقیق ان کی ارواح کو عالم علوی اور سفلی سے تعلق ہے جیسا کہ وہ دنیوی حال میں تھے سو انبیاء علیہم السلام قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور قالب کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ واللہ اعلم (شرح شفا۔ ج ۲ صد ۱۴۲)

یہی علامہ قاری اسی شرح شفا میں اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں: اِن لم یکن فی البیت احدٌ فقل السّلام علی النّبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کہو۔ الخ

لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ گر ہیں۔ (شرح شفا، ج ۲ صد ۱۱۸)

قال الشیخ الکبیر ابو عبد اللّٰہ فی معتقدہٖ ونعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر اِلٰی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب وتطوی لہ الارض ویمشی علی السمآءِ ویُغیب عنِ الابصار الخ

شیخ کبیر ابو عبد اللہ نے اپنے عقائد میں بیان کیا ہے کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندے کے احوال میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ صفِ روحانیت سے متصف ہوجاتا ہے پس اس وقت وہ غیب جان لیتا ہے اور اس کیلئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہوجاتا ہے۔ (زرقانی ج صد ۲۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونکہ تمام اعمال کی صحت کا دارومدار عقائد کی درستی پر ہے، اس لئے کتاب وسنت اور اکابر علماء اہلسنت وجماعت کی تصنیفات عالیہ اور آراء کی روشنی میں محض تبلیغ دین کی خاطر مختصر عقائد نامہ شائع کیا جا رہا ہے اگر کسی صاحب کو کسی مسئلہ کے بارے میں اشتباہ ہو یا تفصیل کی ضرورت ہو تو مرتب کی طرف رجوع کرے اگر کوئی صاحب بغرض تبلیغ اس کی اشاعت کرنا چاہے تو ناشر کی اجازت سے اس کو چھاپ سکتا ہے۔ اس عقائد نامہ کو خود پڑھیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی پڑھائیں۔

نوٹ: بیرونجات کے حضرات پچاس پیسے کے ٹکٹ بذریعہ ڈاک روانہ فرما کر طلب کریں۔

منجانب
شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم **اشرف المدارس** اوکاڑہ
فون ۲۱۳۶